نمبر ۳۰ | مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۰ء | یوم شنبہ | مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب روزانہ قرآن کریم کا درس دیتے ہیں ؛؛

لجنہ اماء اللہ نے خواتین سے چندہ خاص اور چندہ جلسہ سالانہ وصول کرنے کا انتظام کیا ہے ؛؛

مولوی عبد الغفور صاحب و مولوی عبد الرحمٰن صاحب بوتالوی ضلع لائل پور کے تبلیغی دورہ کے لئے روانہ کئے گئے ؛؛

قاضی محمد علی صاحب پر جو فوجداری مقدمہ جناب پنڈت چاند نرائن صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں چل رہا تھا۔ اس میں ان پر زیر دفعہ $\frac{۳۶}{۳۰۷}$ تعزیرات ہند فرد جرم لگایا گیا۔ اب مقدمہ سشن سپرد ہوگا ؛؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فتوح الغیب کے ایک صفحہ (۲۴) کی تشریح

(آج سے ۴۷ سال قبل ۶ ستمبر ۱۸۸۳ء کی تحریر)

"حضرت مخدوم مشائخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اس مقام میں یہ تعلیم فرماتے ہیں۔ کہ سالک میں حقیقت فنا کی تب محقق ہوتی ہے اور تبھی وہ اس لائق ہوتا ہے۔ کہ مورد معارف اللہ ہو جب تین طور کا انقطاع حاصل ہو جائے۔ اول انقطاع خلق اللہ سے۔ اور وہ اس طرح پر حاصل ہوتا ہے۔ کہ حکم الٰہی کو جو قضا و قدر ہے تمام مخلوقات پر نافذ سمجھے۔ اور ہر ایک بندہ کو پنجہ تقدیر کے نیچے مقہور اور مغلوب یقین کرے۔ لیکن اس جگہ یہ عاجز صرف اس قدر کہنا چاہتا ہے۔ کہ ایسا یقین کہ فی الحقیقت تمام مخلوقات کو کالعدم خیال کرے۔ اور ہر ایک حکم خدا کے ہاتھ میں دیکھے۔ اور ہر ایک نفع اور ضرر اُسی کی طرف سے سمجھے۔ صرف اپنے ہی تکلف اور تصنع سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تکلف سے کسی قدر خیال قائم بھی ہو تو وہ بے بقا ہے۔ اور ادنےٰ ابتلاء سے لغزش پیش آجاتی ہے

ملکہ بمقام عالی شان اُس بصیرت کاملہ سے حاصل ہوتا ہے۔ بات فرق اتنی ہے۔ کہ جب عنایاتِ الٰہیہ کسی کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ تو اُس کے لیے نعمت کو آپ ہی کوتاہ کر دیتی ہیں۔ اور وُہ بوجھ جو اس سے اُٹھائے نہیں جاتے۔ دستِ الٰہی ان کو آپ اُٹھا لیتا ہے۔ یہی اسی طرح سے جب بذریعہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ و الہامات صحیحہ و تائیدات صریحہ انسان پر یہ حقیقت کھل جاتی ہے۔ کہ تمام نفع و ضرر خدا کے اختیار میں ہے۔ اور مخلوق کچھ چیز ہی نہیں۔ تو ایک نہایت کامل یقین سے وُہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ جو کچھ نفع یا نقصان اور عزت یا ذلت ہے سب خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور مخلوق کو مردہ کی طرح دیکھتا ہے۔ لیکن اس جگہ اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت مخدوم ما شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے علوم و معارف الٰہیہ کے حاصل ہونے کا ذریعہ فنا عن الخلق وغیرہ اقسام فنا کو ٹھیرایا ہے۔ پس جبکہ فنا کا حاصل ہونا ان علوم کے حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ تو اس سے دَور لازم آتا ہے۔ سو اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ اگرچہ علوم لدنیہ و کشوف صادقہ و تائیدات خاصۃ اللہ و توجہات جلیلہ صمدیہ بغیر فانی کو ذاتی طور پر حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن بتوسط صحبت شیخ فانی حاصل ہو سکتے ہیں یعنے اگرچہ براہِ راست نہیں لیکن سالک بتوسط شیخ کامل میں اُن تمام تائیدات سماویہ کو معائنہ [illegible] کرتا ہے۔ پس یہی مشاہدہ اُس کے یقین کے کمالیت کا موجب ہو جاتا ہے۔ اگر جلدی نہیں۔ تو ایک زمانہ دراز کی صحبت سے ضرور شکوک و شبہات کی تاریکی دل پر سے اُٹھ جاتی ہے۔ اسی جہت سے فانیوں کی صحبت کے لئے قرآن شریف میں سخت تاکید ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین ای کونوا مع الفانین والصادقون ھم الذین لا نغیرھم۔ اور جو شخص نہ فانی ہے۔ اور نہ فانیوں سے اُس کو کچھ تعلق اور محبت ہے وُہ محض

ہلاکت میں ہے۔ اور اُس کے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے۔ اور اُس کے ایمان کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ الا ان تدارکہ اللہ برحمتہ۔ دوسری شرط سود و معارفِ فنا ہونے کے لئے یہ ہے۔ کہ ہوائے نفس سے انقطاع ہو جائے۔ یعنے سالک پر لازم ہے کہ اپنے تمام حرکات و سکون و قول و فعل اور امر و نواہی میں اللہ تعالےٰ کی متابعت اختیار کرے۔ اور کسی حالت میں قال اللہ و قال الرسول سے باہر نہ جائے۔ اور جو کچھ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہیں۔ وُہ اپنے نفس کی متابعت سے بچا لائے۔ اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے۔ جس میں نفس کو کچھ دخل دینے کی گنجائش ہو۔ پس جبکہ کامل [illegible]

پیرا اتباع سنت میسر آ جائے گا۔ اور ایک ذرہ ہوائے نفس کی پیروی نہیں رہے گی۔ بلکہ ظاہر و باطن متابعت رسول کریم سے منور ہو جائیگا۔ تو وُہ حالت ہے۔ جس کا نام فنا بامر اللہ ہے۔ مگر افسوس کہ اس پُرظلمت زمانہ میں بجائے اس کے کہ کبریت احمر کا قدر کریں۔ اکثروں کو اس طریق سے بغض ہے۔ اور اتباع سنت سے ایک چڑ ہے۔ حالانکہ دوسری فنا کا بجز اس کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتی۔ اللھم صلے علیٰ محمدؐ امۃ محمدؐ۔ اللھم ارحم امۃ محمدؐ۔ اللھم انزل برکات علی آل محمدؐ وبارک وسلم۔

تیسری شرط سود و معارفِ فانیہ ہونے کے لئے یہ ہے۔ کہ رضا بقضا ہو۔ اور ایسا انشراح صدر میسر آ جاوے کہ جو کچھ ارادات اللہ سالک پر نافذ ہوں عاشق صادق کی طرح اُن سے متلذذ ہو۔ اور انقباض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہاں تک موافقت تامہ پیدا ہو جائے۔ کہ اُس محبوب حقیقی کی مراد اپنی ہی مراد معلوم ہو۔ اور اُس کی خواہش اپنی خواہش دکھائی دے۔ اس جگہ بھی وہی سوال لزوم دَور کا لازم آتا ہے۔ جو پہلی قسم میں لازم آیا تھا اور جواب بھی وہی ہے۔ جو پہلے دیا گیا ہے انسان کا کام بجز صحبت صادقین کے سراسر خام ہے۔ اور بغیر طریق فنا یا صحبت فانیوں کے ایمان کا سلامت لے جانا نہایت مشکل ہے۔ پس سعید وہی ہے۔ کہ جو سب سے پہلے ایمان کی سلامتی کا فکر کرے۔ اور ناحق کے ظاہری جھگڑوں اور بیفائدہ خرخشوں سے دستکش ہو کر اُس جماعت کی رفاقت اختیار کرے جنکو خدا نے اپنا درد عطا کیا ہے۔ اور یقیناً سمجھے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمدہ نعمت دُنیا کے لئے لائے۔ وُہ بھی درد اور محبت الٰہی ہے جس کو خدا اور رسول کی محبت دی گئی۔ اُس نے اپنی اصل مراد کو پا لیا ہے۔ اور بلاشبہ وُہ سعید ہے۔ اور نار جہنم کو اُس سے مس کرنا حرام ہے۔ لیکن جس کو وُہ محبت عطا نہ ہوئی۔ اور اُس نے اپنے خدا اور اپنے نبی کا قدر شناخت نہیں کیا۔ اُس کا زبانی طور پر مسلمان کہلانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ نماز روزہ بھی بغیر ذاتی محبت کے اپنی اصل حقیقت سے خالی ہے ایک حدیث میں آیا ہے یاتی علی امتی زمان یصلون ویصومون ویجتمعون فی المساجد و لیس فیھم مسلم۔ یعنے ایک زمانہ

تحریک چندۂ خاص و چندۂ جلسہ سالانہ اور احمدی جماعتیں

چونکہ جماعت احمدیہ کے سب کے سب افراد اپنے ذمہ کا معمولی چندہ ماہوار باقاعدہ ادا نہیں کرتے۔ اس لئے چندۂ خاص اور پھر جلسہ سالانہ کے اخراجات پُورے کرنے کے لئے چندہ جلسہ سالانہ کی تحریکیں کرنی پڑتی ہیں۔ اگرچہ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مگر اُس کے لئے کچھ عرصہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے سلسلہ پر بڑھتے ہوئے مالی بار کو روکنے اور کاروبار کو عمدگی سے چلانے کے لئے فوراً کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہُوئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے چندۂ خاص کی تحریک فرمائی ہے۔ لیکن اس کی منشاء بہت کم رکھی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ماہ ستمبر اور اکتوبر میں جماعت کے احباب سے اٹھارہ اٹھارہ فیصدی چندہ وصول کیا جائے۔ جس میں چندۂ ماہواری بھی شامل ہو۔ اور چندۂ جلسہ سالانہ بھی۔ اس طرح چندۂ خاص صرف سوا چار روپے فیصدی ایک ماہ میں اور ساڑھے آٹھ فیصدی دو ماہ میں بنتا ہے۔

حضورؑ اس تحریک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔ "یہ چندہ ہر ایک جماعت کو بلا استثنا ستمبر اور اکتوبر میں ادا کر دینا چاہئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس چندہ کو ان دونوں ماہ میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اس کو کئی ماہ میں پھیلانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ہر ایک جماعت کے کارکنوں کا فرض ہو گا۔ کہ وُہ ستمبر اور اکتوبر میں تمام احمدی آبادی کی آمدن کا اٹھارہ فیصدی حصہ جمع کر کے بیت المال میں بھجوا دیں۔ اور یہ نہ کریں۔ کہ بجائے دو ماہ کے تین یا چار ماہ میں وصول کریں۔ اور چاہیئے۔ کہ جو احمدی اکیلے اکیلے ہیں۔ یا جہاں جماعت نہیں ہے۔ وہاں کے احباب خود بخود ستمبر اور اکتوبر میں اپنی آمد کا اٹھارہ اٹھارہ فیصدی ہر ماہ میں بیت المال میں روانہ کر دیا کریں۔ دسویں حصّہ کی وصیت کرنے والوں کے متعلق بھی یہی رقم مقرر کی جاتی ہے یعنی اٹھارہ اٹھارہ فیصدی ماہوار دو ماہ کے لئے جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ان پر صرف ایک فیصدی چندۂ خاص کے لگائے گئے ہیں۔ کیونکہ دس فیصدی ان کا چندہ وصیت کا ہو گا۔ اور ساڑھے سات فیصدی جلسہ سالانہ کا چندہ۔ صرف نصف فیصدی ہر ماہ میں چندہ خاص رہ جائے گا جو دو ماہ میں کل ایک فیصدی بنتا ہے۔ جو احباب دسویں حصہ سے زیادہ کی وصیت کر چکے ہیں۔ انہیں ساڑھے سات فیصدی ماہوار ستمبر اور اکتوبر میں جلسہ سالانہ کا چندہ دینا چاہیئے۔ چندۂ خاص انہیں دینے کی ضرورت نہ ہو گی"۔

اگر احمدی جماعتوں نے حضورؑ کے اس ارشاد پر پورا پورا عمل کیا۔ اور چندۂ خاص و چندہ جلسہ سالانہ میعاد مقررہ کے اندر اندر داخل کر دیا۔ تو ان سے مزید مطالبہ نہ کیا جائیگا۔ ورنہ حضورؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "اگر بقیہ جماعتوں نے اپنے اپنے بجٹ باقاعدہ بنانے اور باقاعدہ پورا کرنے کی کوشش نہ کی۔ تو میں بقیہ چندۂ خاص کا اعلان فروری میں کرنے پر مجبور ہوں گا۔ اور یہ چندۂ خاص ان جماعتوں سے وصول کیا جائیگا جو اپنے نوماہی بجٹ کو پورا کرنے میں کوتاہی کریں گی۔ لیکن وُہ جماعتیں جو نوماہی چندہ اور موجودہ تحریک کے چندہ کو ادا کر چکی ہوں گی۔ ان سے کوئی زائد چندہ نہ لیا جائیگا"۔

پس ہر ایک جماعت کو چاہیئے۔ کہ اپنے ذمہ کا چندہ خاص اور چندہ جلسہ سالانہ پوری کوشش اور سعی سے ماہ ستمبر اور اکتوبر میں پورا کر دے اور اس کے ساتھ ہی اپنا نوماہی بجٹ اپنے وقت کے اندر اندر پورا کرنے کی کوشش کرے۔ تا کہ حضورؑ کو دوبارہ چندہ خاص کی تحریک کرنے کی ضرورت نہ رہے۔

ماہ ستمبر اور اکتوبر میں اٹھارہ اٹھارہ فیصدی چندہ ادا کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگست کی آمدنی سے ستمبر میں اور ستمبر کی آمدنی سے اکتوبر میں چندہ ادا کیا جائے۔ چونکہ ستمبر کا پہلا ہفتہ گذر رہا ہے۔ جس میں ملازمت پیشہ اصحاب کو تنخواہیں مل چکی یا ملنے والی ہوں گی۔ اس لئے ان سے وصولی شروع ہو جانی چاہیئے۔ اور ہر جگہ وصولی کا بہترین انتظام کرنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۳۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

کانگریسی ایجی ٹیشن سے کیا حاصل ہوا

ان لوگوں کے نزدیک جو شروع سے ہی موجودہ کانگریسی ایجی ٹیشن کو ملک کے لئے نقصان رساں سمجھ کر اس کے خلاف ہیں۔ اس وقت تک اہل ہند کو جانی۔ مالی۔ اور اخلاقی لحاظ سے جو نقصانات پہونچ چکے ہیں۔ وُہ تو بہت زیادہ ہیں۔ اور ان کے ازالہ کے لئے ایک لمبے عرصہ اور بہت بڑی جد وجہد کی ضرورت ہوگی۔ لیکن خود کانگریسیوں کے نزدیک بھی اس تحریک نے کوئی کم نقصان نہیں پہونچایا۔ وُہ بھی اس سے نالاں نظر آتے ہیں۔ اور اس کے نقصانات کو ناقابل برداشت قرار دے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ قدم آگے بڑھا چکے ہیں۔ اور پیچھے ہٹنے کے لئے کوئی راہ نہیں پاتے۔ اس لئے اسے چلا رہے ہیں ؛

موجودہ ایجی ٹیشن کے برکات کا ذکر کرتا ہوا ایک کانگرسی اخبار (پرتاپ ۲۷ اگست) لکھتا ہے :-

"اس وقت ۲۵ سے ۳۰ ہزار تک ہندوستانی جیلوں میں ہیں۔ ان کے پریوار (بال بچے) مصیبت میں ہیں۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگوں کا کاروبار تباہ ہو گیا ہے"

ظاہر ہے۔ کہ قید ہونے والوں کے خاندانوں کے افراد کی ایک بہت بڑی تعداد مصائب میں مبتلا ہے۔ اسی طرح کاروبار تباہ ہونے کی وجہ سے سارے ملک پر نہایت ناگوار اثر پڑ رہا ہے جرائم بڑھ رہے ہیں۔ چوری اور ڈاکے۔ لڑائی اور فساد۔ قتل و غارت کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور تباہی و بربادی کے یہ وُہ سامان ہیں۔ جو کانگریس والوں نے اپنے ہاتھوں ملک کے لئے فراہم کئے ہیں۔ کیونکہ کاروبار بند ہو جانے کی وجہ سے پیشہ ور مجرم تو الگ رہے۔ محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے والے بھی ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں ؛

جن سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگوں کا کاروبار کانگریس نے تباہ کر دیا ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ عبرت ناک حالت کپڑے کے سوداگروں کی ہے۔ جو ہزاروں اور لاکھوں روپے کا کاروبار کرتے کرتے کانگریس کی مہربانی سے یک لخت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔ ان کے متعلق ایک دُوسرا کانگرسی اخبار (ملاپ ۲۰ اگست) لکھتا ہے:-

"اس وقت سوداگروں کی کثیر تعداد مالی لحاظ سے تباہ ہو گئی ہے۔ وُہ اپنے قرضخواہوں کو کیا جواب دیں۔ بنک کے نوٹسوں کا کیا حل نکالیں۔ اگر انکار کرتے ہیں۔ تو ساکھ جاتی ہے اگر روپیہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تو روپیہ نظر نہیں آتا"؛

اس نقصان کا کسی قدر اندازہ اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو بمبئی کے سوداگروں میں سے ایک نے پنڈت مدن موہن مالوی جی کے سامنے اپنی حالت زار پیش کرتے ہُوئے دیا۔ اور جس میں کہا۔ "صرف بمبئی میں اس وقت چھ کروڑ روپے کا غیر ملکی کپڑا بند پڑا ہے"۔ ہندوستان کے دوسرے سینکڑوں شہروں میں جس قدر غیر ملکی کپڑا کانگریس والوں نے روک رکھا ہے۔ اس کی قیمت کا اندازہ نہایت ہی مہیب ہے۔ اگر کانگریس والے آئندہ مال کی درآمد کو روکنے کا انتظام کرتے۔ اور کپڑے کے سوداگروں کو نیا مال منگوانے سے باز رکھتے۔ تو اور بات تھی۔ لیکن اب تو انہوں نے وُہ کپڑا فروخت کرنے میں روکاوٹ ڈال رکھی ہے جس کی قیمت کا کروڑوں روپیہ اہل ہند کی جیبوں سے نکل کر غیر ممالک میں جا چکا ہے ؛

صاف ظاہر ہے۔ کہ اپنی خریدی ہوئی چیز سے فائدہ نہ اٹھانا اور اُسے بے کار ڈال دینا خود اپنے لئے نقصان رساں ہو سکتا ہے۔ نہ کہ اُس کے لئے جس سے وُہ خریدی جا چکی۔ لیکن کانگریسیوں کی سمجھ میں اتنی موٹی بات نہیں آتی۔ اور وُہ اس بات پر بڑا فخر کر رہے ہیں۔ کہ انہوں نے کپڑے کے سوداگروں کو غیر ملکی کپڑا بیچنے سے روک رکھا ہے۔ اور اس طرح ان کے کاروبار کو تباہ کر دیا ہے ؛

ہندوستان کے سے غریب ملک میں یہ اور اسی قسم کی دوسری تحریکیں جو لاکھوں آدمیوں کو قوت لایموت مہیا کرنے سے باز رکھ رہی ہیں۔ جس قدر تباہی اور بدامنی پیدا کر سکتی ہیں۔ وُہ ظاہر ہے۔ اور حالات جس حد تک نازک ہو چکے ہیں۔ وُہ خود کانگریسیوں سے بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن باوجود اس کے وُہ اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ عقلمندی اور دوراندیشی کا تقاضا یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کوئی ایسی راہ اختیار نہ کرے۔ جو حریف کے علاوہ اپنے آپ کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں گرادے مگر ان لوگوں کو جو ہندوستان کے نجات دہندہ بننا چاہتے ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ وُہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ ان کے افعال حکومت کی نسبت خود ان کے لئے ان کے ملک کے لئے اور ان کے ہم وطنوں کے لئے زیادہ نقصان رساں اور ہلاکت آفرین ثابت ہو رہے ہیں۔ مگر ان سے باز نہیں آتے۔ کسی نہ کسی مرحلہ پر پہونچ کر انہیں باز تو آنا پڑے گا۔ کیونکہ جوں جوں ان کی غلط کاریوں اور نقصان رسانیوں سے عام لوگ آگاہ ہوتے جائیں گے۔ ان کا وُہ جوش سرد ہوتا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اندھا دھند کانگریسی لیڈروں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جوں جوں ان کے زخم ٹھنڈے ہوتے جائیں گے۔ تھک اور ہار کر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوتے جائیں گے۔ اس کے آثار ابھی سے نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ مختلف صُوبوں میں وُہ لوگ جنہوں نے بڑے جوش و خروش سے قانون شکنی کی تھی۔ گورنمنٹ سے معافی مانگ کر اور آئندہ اس قسم کی حرکات نہ کرنے کا عہد کر کے رہائی حاصل کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ؛

غرض وُہ وقت آئے گا۔ اور ضرور آئے گا۔ جبکہ کانگریسیوں کو اپنی غلط روی کا احساس پُورے طور پر ہوگا۔ اور وُہ اپنے کئے پر پچھتانے کے لئے مجبور ہونگے۔ لیکن اس وقت اصلاح حال بہت مشکل ہو جائے گی۔ پس قبل اس کے کہ وُہ وقت آئے جب اہل ہند کانگریسیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر ایسے گریں۔ کہ پھر اُٹھنے کی ہوش نہ رہے۔ اور قبل اس کے کہ مالی نقصانات سے چُور چُور ہو جائیں۔ پیچھے نظر دوڑا کر دیکھ لینا چاہیے تھا۔ کہ اس وقت تک جو راستہ طے کیا گیا ہے۔ اس میں کیا حاصل ہُوا۔ اور کیا کھویا۔ اگر نفع نقصان سے زیادہ نہ سہی۔ اس کے مساوی ہی ہو۔ تو بھی قدم آگے بڑھایا جائے۔ لیکن اگر سوائے نقصان کے اور کچھ نظر نہ آتا ہو۔ تو ہوشمندی کا تقاضا یہی ہے۔ کہ قدم روک لئے جائیں۔ اور وُہ راہ اختیار کی جائے۔ جس پر چلنے سے منزل مقصود پر پہونچنے کی توقع کی جا سکے ؛

گاندھی جی کے شہر میں ہندو مسلمانوں کی جنگ

گاندھی جی خواہ لفظی طور پر ہی سہی۔ لیکن سارے ہندوستان کے ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لفظی طور پر اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ جب تک ان علل و اسباب کا ازالہ نہ کیا جائے۔ جو لڑائی جھگڑے کا باعث ہیں۔ اس وقت تک اتحاد

کی خواہش الفاظ سے گذر کر حقیقت تک نہیں پہونچ سکتی۔ اور گاندھی جی بھی دیگر ہندو لیڈروں کی طرح ان اسباب کا ازالہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ایسے اتحاد کی جو حقیقت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور تو اور خود گاندھی جی کے صدر مقام احمد آباد میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اور ان دنوں بھی ظاہر ہو رہی ہے جبکہ ہندوستان کو کامل آزادی دلانے کے لئے اتحاد کی بہت ہی زیادہ ضرورت جتائی جاتی ہے۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا۔ احمد آباد کی میونسپلٹی نے مسلمان ممبروں کے پُر زور احتجاج کے باوجود ذبیحہ گائے کے خلاف قرارداد پاس کر کے مسلمانوں کے ایک اہم حق پر دست درازی کی تھی اب اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ایک قصاب کے دوکان کو جو اچھوتوں کے محلہ میں گوشت فروخت کرنے گیا تھا۔ ہندوؤں نے زدوکوب کیا۔ اور جب پاس سے گذرنے والے دو مسلمانوں نے اسے چھڑانا چاہا۔ تو انہیں بلا وجہ سخت مارا گیا۔ اس کے بعد ہندو و مسلمانوں کی کھلی جنگ شروع ہو گئی۔ اور اس وقت تک ہوتی رہی جب تک پولیس نے آکر کچھ لوگوں کو گرفتار نہ کر لیا۔

جبکہ گاندھی جی خاص اپنے شہر کے لوگوں کی تا حال اتنی تربیت نہیں کر سکے۔ کہ وہ انسانوں کی طرح ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھ سکیں۔ کثیر التعداد ہندو قلیل التعداد مسلمانوں کو جبر و تشدد کا نشانہ بنانے سے باز رہ سکیں۔ اور مسلمانوں کی حفاظت سوائے پولیس کے نہ ہو سکے۔ تو کس طرح توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ ہندوستان میں کامل آزادی حاصل کر لینے کے بعد مسلمانوں کو سانس بھی لینے دیں گے۔

لالہ منوہر لال کا انتخاب

لالہ منوہر لال صاحب سابق وزیر تعلیم گورنمنٹ پنجاب بلا مقابلہ پنجاب کونسل کی یونیورسٹی سیٹ کے لئے منتخب ہو گئے ہیں چونکہ اس حلقہ میں ہندو ووٹروں کی کثرت ہے۔ اور کسی مسلمان کا کامیاب ہونا ناممکن۔ اس لئے کوئی مسلمان تو مقابلہ کے لئے کھڑا ہی نہ ہوا۔ ڈاکٹر موتی ساگر صاحب نے لالہ منوہر لال کا مقابلہ کرنے کی جرأت کی۔ مگر وہ بھی بیٹھ گئے۔ اور نہ صرف بیٹھ گئے۔ بلکہ لالہ صاحب کے بہت بڑے حامی بن گئے۔

اس صورت میں اس بات کا کوئی موقعہ ہی نہ رہا۔ کہ مسلمان لالہ صاحب کو ووٹ نہ دے کر ان کے انتخاب سے اپنی علیحدگی کا اظہار کریں۔ تاہم اس فہرست کے دیکھنے سے جس میں وہ نام درج ہیں جنہوں نے لالہ صاحب کے کاغذات نامزدگی کی تجویز پیش کی ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ کسی مسلمان نے ان کے انتخاب میں حصہ نہیں لیا۔ اور صرف ہندوؤں اور خاص کر مہا سبھائی ہندوؤں نے آگے بڑھ کر ان کے کاغذات نامزدگی پر دستخط کئے۔

ایک ایسے حلقہ انتخاب سے جس میں مسلمان ووٹر بھی شامل ہیں۔ اور سارے پنجاب کے مسلمان گریجوایٹ شامل ہیں کسی ایک مسلمان کا بھی لالہ جی کے کاغذات نامزدگی پر دستخط کرنے میں شریک نہ ہونا اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ کہ مسلمان کلیتہً اس انتخاب سے علیحدہ ہیں۔ اور وہ قطعاً لالہ صاحب کو اپنا نمائندہ قرار نہیں دیتے۔ گورنمنٹ کو یہ بات اچھی طرح نوٹ کر لینی چاہیئے۔ اور لالہ صاحب کے سپرد ہرگز کوئی ایسا عہدہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جس کے لحاظ سے وہ مسلمانوں کو اپنا تختہ مشق بنا سکیں۔

لالہ منوہر لال کو امداد دینے والے مسلمان کہاں گئے

اخبار "پرتاپ" نے لالہ منوہر لال صاحب کے متعلق اس وقت جبکہ ڈاکٹر موتی ساگر صاحب ان کے مقابلہ میں کھڑے تھے لکھا تھا:۔

"بہت سے سنجیدہ اور اصول پرست مسلمان مسٹر منوہر لال کے ساتھ ہیں۔ اور انہیں امداد کا یقین دلا چکے ہیں"۔

ہم نے ایسے سنجیدہ اور اصول پرست مسلمانوں کے ناموں کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر "پرتاپ" کوئی جواب نہ دے سکا۔ اب جبکہ لالہ صاحب کے کاغذات نامزدگی پر نہ صرف لالہ صاحب بلکہ پنجاب کے تمام سرکردہ ہندو کسی ایک مسلمان سے بھی دستخط نہیں کرا سکے۔ "پرتاپ" پر واضح ہو چکا ہوگا۔ کہ جو کچھ اس نے مسلمانوں کے متعلق لکھا تھا۔ وہ بالکل غلط تھا۔ ہم ممنون ہیں۔ کہ "پرتاپ" نے لالہ صاحب کی نامزدگی کی تائید کرنے والوں کی فہرست شائع کر کے ہماری بات کی خود تصدیق کر دی۔

ہندوؤں کی عجیب و غریب ذہنیت

پنجاب کے ہندوؤں کی ذہنیت کون سمجھ سکتا ہے۔ جو ایک طرف تو لالہ منوہر لال کو بڑی کوشش اور سعی سے بلا مقابلہ پنجاب کونسل کا ممبر منتخب کرا رہے ہیں۔ اور اس پر بڑی خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف جلسے منعقد کر کے اس قسم کے لیکچر دے رہے ہیں۔ کہ:۔

"کونسلیں یا اسمبلی سے کچھ نہیں بن سکتا۔ پریزیڈنٹ پٹیل نہرو۔ اور پنڈت مالویہ جی ان سے مایوس ہو چکے ہیں۔ تو یہ تھرڈ کلاس آدمی ہندوستانیوں کی خاک نمائندگی کریں گے۔ جب تک وائسرائے اور گورنروں کو بیک جنبش قلم اسمبلی اور کونسلوں کے فیصلوں کو مسترد کرنے کا اختیار ہے۔ کونسلوں میں جانا وقت ضائع کرنا ہے"! (پرتاپ ۳۔ستمبر)

یہ لیکچر اس جلسہ میں دیا گیا۔ جس میں ایک بھنگی اور ایک سقہ کو لاہور شہر کے ہندو اور مسلم حلقہ کی طرف سے کونسل کا امیدوار بنا کر پیش کیا گیا۔ اور کہا گیا:۔

"جن لوگوں نے کانگریس کے فرمان کے خلاف کونسل کا ممبر بننے کی کوشش کی ہے۔ ان کو نصیحت دینے کے لئے بھنگی، سقے اور دیگر لوگوں کو کھڑا کیا گیا ہے"!

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں۔ لالہ منوہر لال نے کونسل کا ممبر بننے کے لئے کانگریس سے اجازت حاصل کر لی ہے۔ اگر نہیں۔ تو کیا ان کو نصیحت دینے کے لئے بھی کچھ کیا گیا۔ اگر نہیں۔ تو کیوں۔ کیا اس لئے کہ ان کا حلقہ مخلوط تھا۔ اس میں سے کوئی مسلمان بھی کھڑا ہو سکتا تھا۔

کانگریسی ہندوؤں کی یہ دورنگی نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔

سکھوں کی کانگریس سے علیحدگی

سکھوں کی سب سے بڑی اور ذمہ دار شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے ایک بار پھر کانگریس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا ہے۔ اور اس بنا پر کیا ہے۔ کہ

"کانگریس کے قومی جھنڈے میں مہاتما جی کے وعدہ کرنے کے باوجود سکھوں کا رنگ شامل نہیں کیا گیا"

یہ فیصلہ متفقہ طور پر کیا گیا ہے۔ اور سب سکھوں نے اس کی پابندی کا اقرار کیا ہے۔ ان مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ جو کانگریس کے جھنڈے کے نیچے اس امید پر کام کر رہے ہیں۔ کہ کامل آزادی حاصل ہونے کے بعد کانگریس ان کے حقوق عطا کر دے گی۔ سکھ اگر قومی جھنڈا میں سکھوں کا رنگ نہ ہونے کی وجہ سے کانگریس سے علیحدگی ضروری سمجھتے ہیں۔ تو حیف ہے۔ ان مسلمانوں پر جو اپنے حقوق کا تصفیہ کرائے بغیر کانگریس کی غلامی میں داخل ہو چکے ہیں۔

سرکاری افسروں کے خلاف خوفناک سازش

بنگال میں ۲۵ اگست سے ۳۰ اگست تک صرف پانچ چھ دن میں قتل و خونریزی کے پانچ حادثے ہو چکے ہیں۔ جن میں سرکاری افسروں پر بم اور پستول سے حملے کئے گئے ہیں۔ اور کئی جانوں کا نقصان ہو چکا ہے۔ خود کانگریسی اس کی وجہ یہ بتا رہے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کی موجودہ روش اور عدم تشدد کی پالیسی سے بددل ہو کر وہ طبقہ جو تشدد سے کام لینا چاہتا ہے میدان میں آ رہا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ان واقعات کو سرکاری افسروں کے خلاف خوفناک سازش کا نتیجہ کہا جائے۔ تو بالکل بجا ہے۔ لیکن "ملاپ" ۳ ستمبر اسے اتہام قرار دیتا ہوا لکھتا ہے:۔ "اس اتہام کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ برطانیہ کے ناواقف حضرات کو جو ہندوستانی مسائل میں چنداں دلچسپی نہیں لیتے۔ بھڑکا کر ہندوستانیوں کے خلاف بدظن کیا جائے"! تعجب ہے۔ کہ یہی اخبار جو شردھانند جی اور راجپال کے قتل کے انفرادی افعال کو مسلمانوں کی ثبت بڑی سازش قرار دیتا ہوا نہیں شرماتا تھا۔ ایک صاف سازش کو "اتہام" قرار دے رہا ہے۔ کیا مسلمانوں کے خلاف اس وقت سازش کا اتہام لگانے کی یہی غرض تھی۔ کہ ہندوؤں کو ان کے خلاف بھڑکایا جائے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ

(۱)

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت بیان کرنے کے لئے جلسے کرنے کا اعلان گزشتہ سے پیوستہ پرچہ میں ہو چکا ہے۔ اور اس کے لئے ۲۶ر اکتوبر اتوار کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ نظارت دعوۃ و تبلیغ حسب معمول لیکچروں کے نوٹ شائع کریگی۔ لیکن الفضل بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کے متعلق احباب کے معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کریگا۔ اسی سلسلہ میں ذیل کا مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ جو جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان کا لکھا ہوا ہے۔ (ایڈیٹر)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کسی معمولی انسان کی زندگی نہیں۔ کہ اس پر یونہی سرسری نظر ڈالکر انسان گذر جائے۔ بلکہ یہ اس شخص کی زندگی ہے۔ جو تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے کامل ہادی بن کر آیا۔ جس کی زندگی کا ہر پہلو ولکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃ کے ماتحت ہمیشہ کے لئے کامل نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ جس کا ہر فعل انک لعلیٰ خلقٍ عظیم کے ماتحت برمحل باموقع اور عقل کے ماتحت ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کے لئے قابل تقلید ٹھہرایا گیا ہے۔ اور جس کے تمام افعال کے متعلق خواہ وہ دین کے متعلق ہوں۔ یا دنیا کے۔ ان الفاظ کے ساتھ قُل انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العالمین؃ عام اعلان کر دیا گیا ہے۔ کہ اس نبی کی زندگی کے ہر حصّہ پر نظر ڈالو۔ اور جتنا گہرا اس کے کاموں میں تم جا سکتے ہو چلے جاؤ۔ لیکن تمہاری اس تمام چھان بین کا ایک ہی نتیجہ ہوگا۔ اور وہ یہ کہ تم پر ثابت ہو جائیگا۔ کہ اس کی نمازیں اور قربانیاں اور عبادتیں اور تمام وہ کام جو اس نے دنیا میں کئے۔ وہ سب کے سب محض خدا تعالےٰ کے لئے تھے۔ نفسانی خواہشات اس کے قریب بھی نہیں پھٹکیں۔ اور ہوا و ہوس کی سموم کے جھونکوں نے اسے چھوا تک بھی نہیں۔ ہاں یہ اس عظیم الشان انسان کی زندگی ہے۔ جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ اس کی پیروی سے ایک اِنچ بھی اِدھر اُدھر ہونا ہزاروں آفتیں اور لاکھوں بلائیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور افراد اور قوموں کے امن کو برباد کرنے اور انکی زندگی کو تلخ کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ اور جس کی پیروی تمام قسم کے مصائب اور مشکلات فتنہ و فساد کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے نکالکر فلاح اور آشتی کے کھلے اور روشن رستوں پر گامزن کرا دیتی ہے۔ پس ایسے انسان کی زندگی کے خواہ کسی پہلو پر غور کیا جائے۔ اس میں سب سے مقدم بات جو مدنظر رکھنی ضروری ہے۔ وہ اسبات کا دیکھنا ہے۔ کہ آیا اس کی زندگی کا وہ پہلو اُن دعوؤں کے مطابق ہے۔ یا نہیں۔ جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اور آیا وہ اپنے اس پہلو میں اس حصہ انسانی کی حقیقی طور پر راہنمائی کر رہا ہے اور ان کے لئے نمونہ بننے کا مستحق ہے۔ جس حصہ انسانی کے حالات اس کی زندگی کے اس پہلو کے ساتھ مشابہ ہیں۔

اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے جس پہلو پر میں کسی قدر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ وہ آپ کے بادشاہ ہونے کی حیثیت ہے۔ آپؐ کی زندگی کا یہ حصّہ اتنا وسیع ہے۔ کہ اس پر کماحقہٗ اور سیر کُن بحث تو اسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب اس موضوع پر کوئی مبسوط کتاب لکھی جائے۔ موجودہ صورت میں اس کے متعلق صرف چند باتیں اور وہ بھی اختصاراً عرض کی جا سکتی ہیں۔

آپؐ بادشاہ کس طرح بنے

قبل اس کے کہ میں آپؐ کے بادشاہ ہونے کی حیثیت پر کچھ عرض کروں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آپؐ بادشاہ کس طرح بنے۔ آپ کا بادشاہ بننا بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت اور آپؐ کے رسول برحق ہونے پر بیّن دلیل ہے۔ دنیا میں تین ہی قسم کے بادشاہ تاریخ سے ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) وراثتاً بادشاہت حاصل کرنے والے (۲) وہ جنھوں نے اپنے ساتھ ایک جتھا ملا کر کسی بادشاہ سے بادشاہت چھین لی (۳) وہ جنھوں نے ملک میں فساد اور بدامنی سے فائدہ اٹھا کر اور تخت کو خالی پا کر بادشاہت سنبھال لی۔ لیکن رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بتلاتے ہیں۔ کہ آپؐ نے بادشاہت ان تینوں طریقوں میں سے کسی طریق سے بھی حاصل نہیں کی۔ بلکہ آپ کو بادشاہت زمینی سامانوں کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ آسمانی سامانوں کے ذریعہ ملی۔ آپؐ نہ تو وراثتاً بادشاہ ہوئے۔ اور نہ ہی آپؐ کے ساتھ کوئی جتھا تھا۔ بلکہ جو دعویٰ آپؐ نے کیا تھا۔ اس کا جتھا بنانے میں مددگار ہونا تو کیا۔ اُلٹا وہ آپ کے دوستوں، رشتہ داروں، ساتھیوں سب کو یک قلم آپؐ سے جدا کر دینے میں ممد اور ہر ایک کی نظر میں آپ کو حقیر اور ذلیل بنا دینے میں معاون ہؤا۔ اور نہ ہی ملک میں کوئی بدامنی اور فساد تھا۔ جس سے آپؐ فائدہ اُٹھا سکتے۔ غرضیکہ آپ بادشاہ بالکل نرالے حالات میں ہوئے۔ دنیاوی سامان سب کے سب آپ کے مخالف تھے۔ روپیہ آپؐ کے پاس نہیں۔ کوئی جماعت آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ بالکل تن تنہا بے کس بے یار و مددگار نظر آتے ہیں۔ جس قوم اور ملک میں پیدا ہوئے۔ وہ آزاد پھرنے والی۔ کسی واحد شخص کی حکومت کے ماتحت نہ کبھی آئے۔ اور نہ آنے کو تیار۔ بلکہ اپنی قدیم روایات کے ماتحت عار یقین کرتی جو مشن آپ لیکر آئے۔ اسے قوم نے نہ صرف یہ کہ اپنے پشتوں کے مضبوط جڑ پکڑے ہوئے عقاید کے خلاف سمجھا۔ بلکہ اسے ملک کی ترقی کے لئے روک اور اس کے امن کو برباد کرنے والا یقین کیا۔ اِس بناء پر وہ آپ کے خون کی پیاسی ہو گئی اور ہر وقت آپؐ کے قتل کی سازشوں میں مصروف نظر آنے لگی۔ اور اپنی تمام جائز و ناجائز کوششوں کو آپ کے مشن کی بیخکنی میں صرف کرتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ انکی اذیتیں صرف آپ تک ہی محدود نہ تھیں۔ بلکہ اگر کوئی اِکّا دُکّا شخص آپؐ کے ساتھ مل جاتا۔ تو وہ بھی ان کی زد سے باہر نہ رہتا۔ ان کی ایذا رسانی آخر اس حد تک پہنچ گئی۔ کہ ان غریب مسلمانوں کو آخر وطن چھوڑنا پڑا۔ ادھر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ کہ باوجود تنہا اور بے سر و سامان اور کمزور ہونے اور ہمیشہ قوم کے دُکھوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنے رہنے کے قوم کو خوش کرنے اور اس کی ہمدردی حاصل کرنے اور اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر اپنے مشن میں سے ایک بات بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ بلکہ اگر قوم نے اپنے نفسوں پر جبر کر کے کسی وقت بادشاہت جیسی عظیم الشان نعمت دینے کا وعدہ کر کے آپ کو نرم کرنا چاہا۔ تو بھی آپ نے ایسا دندان شکن جواب دیا۔ کہ جس نے نہ صرف ان کو ہی مایوس کیا۔ بلکہ اس نے ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے بتا دیا۔ کہ آپ کسی دنیوی غرض کو لیکر کھڑے نہیں ہوئے تھے۔ قوم نے آخر تنگ آ کر اپنی خیالی مصیبت کا علاج جب صرف اسی بات میں سمجھا۔ کہ آپؐ کے وجود باجود کو دنیا سے مٹا دیا جائے۔ تو اللہ تعالےٰ کے ارشاد اور اس کی حفاظت کے ماتحت آپؐ نے بھی اپنے وطن کو چھوڑ دیا۔ لیکن وہ زمین اور آسمان کا مالک جس کے لئے آپ یہ سب کالیف برداشت کر رہے تھے۔ آپؐ کو تسلّی دے رہا تھا۔ اور دے رہا تھا۔ کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معاد فلنولینّک قبلۃ ترضٰھا۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا الا

ان حزب اللّٰہ ھم الغالبون۔ وقت آتا ہے کہ تو پھر نصرت اور فتح اور غلبہ کے ساتھ مکہ میں واپس آئے گا۔ اور سارے عرب کا بادشاہ ہوگا۔

پس جبکہ آپؐ کا بادشاہ بنا خدا تعالےٰ کے منشاء اور اس کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہے۔ تو لازماً خدا تعالےٰ نے حکومت کے جن اصول پر آپ کو قائم کیا۔ آپکا رحمۃ للعلمین اور خاتم النبیین ہونا مستلزم ہے۔ کہ وہ نہایت اعلےٰ درجہ کے ہوں۔ اور تمام زمانوں اور تمام دنیا کے لئے سراج منیر کا کام دیں۔

رسول کریمؐ سے قبل حکمرانوں کی حالت

جس زمانہ میں آپؐ پیدا ہوئے۔ اس میں دو باتیں خاص طور پر ممتاز نظر آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ تمام دنیا میں حکومت بالعموم وراثتاً اور استبدادی تھی۔ بادشاہ اس زمانہ میں اپنے آپ کو مالکِ کل اور اپنی رعایا کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ وہ قانون سے بالا اور ہر قسم کی قیود سے آزاد تصوّر کئے جاتے تھے۔ ہر قسم کا ظلم رعیت پر انہیں روا تھا۔ اور ہر قسم کی سختی مُباح۔ رعایا پر ان کے اپنے حقوق کی کوئی حد بندی نہ تھی۔ وہ اس امر کو کبھی خیال میں بھی نہ لاتے تھے کہ ان پر بھی رعایا کا کوئی حق ہے۔ وہ مطلق العنان تھے۔ جو چاہیں۔ کر دیں۔ کوئی انہیں پوچھنے والا نہ تھا۔ اپنی بادشاہت کو وہ خدا کی طرف سے دیا ہؤا حق سمجھتے تھے۔ اور اس کے غلط مفہوم کے ماتحت وہ ہر قسم کی تعدی اور جور و ستم کو جائز قرار دے لیتے تھے۔ بادشاہت ان کے نزدیک ہر قسم کی عیاشی کے جواز کا سرٹیفکیٹ اور حکومت تمام اخلاق اور روحانیت کو خیر باد کہنے کی سند شمار کی جاتی تھی۔ سلطنت آرام طلبی اور رعایا کی بہبودی اور اصلاح امور عامہ سے غفلت کے مترادف متصور ہوتی تھی۔ کسی قسم کی مشقت اُٹھانا شان شاہی کے منافی تھا۔ یہ الگ بات تھی۔ کہ اتفاقاً کوئی نیک دل اور نیک مزاج شخص تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے رعایا پر ظلم سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن قانوناً کوئی روک تھام نہ تھی۔ لوگوں کی طبائع بھی صدیوں کے ظلم کے ماتحت قریباً مسخ ہو چکی تھیں۔ ان کے دلوں میں بھی کبھی آزادی اور اپنے حقوق کا خیال پیدا نہ ہوتا تھا۔

دوسری بات جو نمایاں طور پر اس زمانہ میں نظر آتی ہے۔ وہ نسلی امتیاز ہے۔ یہ سبق بالکل نسیاً منسیاً ہو چکا تھا کہ تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہونے کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک انسان بحیثیت انسان ہونے کے دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اس امتیاز کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ بڑی قومیں چھوٹی قوموں کو حقیر سمجھتی تھیں۔ اور تمام حکومتیں اور دیگر بڑے بڑے کام قابلیت کی بناء پر نہیں۔ بلکہ قومی بڑائی کے لحاظ سے سپرد کئے جاتے تھے۔ جس سے چھوٹی قوموں کے لئے ترقی کے راستے بالکل مسدود ہو چکے تھے۔ اور ان میں آگے بڑھنے کی خواہش قریباً قریباً مٹ چکی تھی۔ گویا دنیا کا ایک بڑا حصہ بیکار ہو چکا تھا۔ اور بالفاظ دیگر وہ غلامی کی دائمی بندشوں میں جکڑا ہؤا تھا۔ جو ایک دفعہ گرا۔ اس کے لئے اُٹھنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ اور جو ایک دفعہ اُٹھا۔ وہ خواہ خود اپنے آپ کو کتنا بھی گرائے۔ اس کے لئے گرنا محال۔ بجز اس کے کہ غیبی ہاتھ اسے گرائے۔

ایسے تاریک زمانہ میں جبکہ استبداد اور قومی بڑائی کی گھٹائیں چاروں طرف چھائی ہوئی تھیں۔ رسول کریم صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم حکومت کے عہدہ پر خدا تعالےٰ کی طرف سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ مگر آپؐ اپنے زمانہ کے پیچھے نہیں لگتے۔ بلکہ زمانہ کو اپنے پیچھے لگاتے ہیں۔ اور اس کی بدیوں کو یکسر مٹا دیتے ہیں۔۔ اور زمانہ کی رو کے خلاف حکومت کو نئے اصول پر قائم کرتے ہیں۔

پہلا بنیادی اصل

سب سے مقدم نسلی امتیاز کا مٹانا تھا۔ کیونکہ یہی تمام برائیوں اور مفاسد کی جڑ تھا۔ اسی سے دوسری خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ اور یہی اصول ہر حکومت کو چلانے کے رستے میں روک بنا ہوا تھا۔

پس نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا احسان انسانیت پر یہ تھا۔ کہ آپؐ نے اس کا صحیح مفہوم لوگوں کے ذہن نشین کیا۔ اور ان اغلال اور قیود سے اسے چھڑایا۔ جن میں وہ برسوں سے جکڑی چلی آتی تھی۔ ایک طرف تو آپ نے اس خیال کے خلاف دلائل سے کام لیا۔ اور دوسری طرف اپنے عمل اور دوسروں سے عمل کرا کر اس خیال کی جڑوں کو لوگوں کے دلوں سے کھوکھلا کر دیا۔ اللّٰہ تعالےٰ کے ارشاد کے ماتحت فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنی ہم نے سب انسانوں کو ایسی طاقتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ کہ وہ عمدگی کے ساتھ ان کے ذریعہ ترقی کر سکیں۔ ان میں کسی قسم کی کجی نہیں۔ اسی طرح فرمایا۔ یاایھا النّاس انا خلقناکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلناکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ ان اللّٰہ علیمٌ خبیرہ پھر فرمایا۔ یاایھا الذین امنوا لایسخر قومٌ من قومٍ عسٰے ان یکونوا خیرًا منھم ولانساءٌ من نساء عسٰے ان یکن خیرًا منھن ولا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون۔ یعنی تمام انسانوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ مرد اور عورت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ جو وہ مختلف قبائل وغیرہ میں منقسم ہیں اس کی غرض یہ نہیں۔ کہ ایک کو دوسرے پر کسی قسم کی بڑائی حاصل ہے۔ بلکہ یہ تو محض ان کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر ان کی کوئی اور غرض نہیں۔ بڑائی کے مستحق اللّٰہ تعالےٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں۔ جو تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہونگے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تقویٰ کے معنے عربی زبان میں دو ہوتے ہیں۔ (۱) بچنا (۲) اصلاح طلب کرنا۔ انسانی کمال ان دونوں چیزوں سے ہی مکمل ہوتا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ ہر شخص بڑائی میں اتنا ہی ترقی کرے گا۔ جتنا جتنا وہ اپنے نفس کو بدیوں سے بچائے گا۔ ایصال شر سے محفوظ رہے گا۔ اور جتنا جتنا وہ اپنے نفس کی اصلاح کرے گا۔ اور ایصال خیر میں حصہ لیگا۔ پس اس آیت میں ایک طرف تو نسلی بڑائی کی جڑ پر کلہاڑا رکھ دیا۔ اور دوسری طرف حقیقی بڑائی کے حصول کا ذریعہ بتا دیا۔ اسی طرح دوسری آیت میں قوموں کو ایک دوسرے کے خلاف بڑائی کے خیال سے روکا۔ اور فرمایا۔ کہ ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو۔ اور ایک دوسرے کے خلاف حقارت آمیز نام مت رکھو۔ بلیک اور وائیٹ کے امتیاز کو مٹا دو۔ ہو سکتا ہے۔ کہ جن کو تم بُرا سمجھ رہے ہو۔ وہ تم سے بھی بہتر ہوں۔

اِس تعلیم کے ماتحت آپؐ نے انفرادی اور قومی تنافر دونوں کو عملاً عرب سے مٹا دیا۔ عرب میں قریش بڑی قوم سمجھی جاتی تھی۔ اور انہوں نے اپنے لئے خاص امتیاز حاصل کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ عبادتوں میں بھی انہیں خاص امتیاز دیئے گئے تھے۔ مثلاً حج میں جہاں سے عام لوگ لوٹا کرتے تھے۔ وہ وہاں سے نہیں واپس ہوتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے لئے اور راستہ بنایا ہؤا تھا۔ اسلام نے آکر ان کے اس امتیاز کو بالکل مٹا دیا۔ اور حکم دیا افیضو من حیث افاض الناس۔ الناس میں شامل کر کے انہیں دوسرے انسانوں کے ساتھ ایک ہی سطح پر لا کھڑا کیا۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے تمام عرب کے رواج کے خلاف اپنی پھوپھی کی لڑکی کی شادی ایک آزاد شدہ غلام سے کر کے عملی ثبوت دیا۔ کہ آپ نسلی امتیاز کو کس طرح کچلنا چاہتے تھے۔ پھر آپ نے ایک لشکر ایک مہم پر بھیجا۔ تو اس کا سردار اسامہ بن زید کو مقرر کیا۔ تمام قریش سرداروں کو اس کے ماتحت کر کے انہیں اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ اس سے آپ نے واضح کر دیا۔ کہ چھوٹے لوگ بھی بڑے بڑے قومی کاموں کے اہل ہو سکتے ہیں۔ اور انہیں بھی اپنے جوہر

دِکھانے کا موقعہ دینا چاہیئے۔ یہی نہیں کہ چھوٹے ہی بڑوں کے ماتحت رہیں۔ بلکہ بڑوں کو بھی چھوٹوں کے ماتحت کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اور قوم کا ہر فرد اس بات کا حق رکھتا ہے۔ کہ بشرط قابلیت وہ سردار بنایا جائے پھر نمازوں میں چھوٹے اور بڑوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے عملاً یہ سبق دیا۔ کہ انسان ہونے میں سب برابر ہیں۔ غرضیکہ انما المؤمنون اخوۃ کے سبق کو اتنا رٹایا۔ کہ آج تک بھی مسلمان اگرچہ وہ بہت گر چکے ہیں۔ اس کو پُوری طرح بُھلا نہیں سکے۔

دوسرا بُنیادی اصل

اِس خطرناک بدی کو مٹا چکنے کے بعد دوسرا قدم آپ نے یہ اُٹھایا۔ کہ حکومت کے بنیادی اصول میں یہ دکھلایا کہ حکومت انتخابی ہونی چاہیئے۔ نہ کہ وراثتاً۔ یعنی کسی کا بادشاہ کا بیٹا ہونا اس کو بادشاہ بننے کا حقدار نہیں کر دیتا۔ بادشاہ صرف وُہی ہو سکتا ہے۔ جسے قوم اپنا بادشاہ منتخب کرے۔ ادھر قوم کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ تؤدّوا الامانات الیٰ اھلھا۔ یعنی جو حکومت کا اہل ہو۔ اسی کو حاکم منتخب کرو۔ گویا ووٹرز کو بھی ساتھ ہی ہوشیار کر دیا ہے کہ انتخاب کے وقت بڑی احتیاط سے کام لیں۔ قومی اور ملکی مفاد کو ذاتی تعلقات پر مقدم رکھیں۔ اس میں یہ احتمال پیدا کیا جا سکتا تھا۔ کہ شاید یہ انتخاب بھی بڑے لوگوں تک ہی محدود ہو۔ لیکن ایک اور حدیث نے اس احتمال کو رد کر دیا ہے۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر حبشی غلام بھی تم پر حاکم ہو۔ تو اس کی بھی اطاعت کرو۔ حبشی غلام عربوں کے نزدیک نہایت ہی ذلیل مخلوق تھی۔ اِس لئے آپؐ نے مثال میں اسی کا ذکر کیا ہے۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انتخاب میں قومیت یا قومی بڑائی کا لحاظ ضروری نہیں۔ بلکہ ہر شخص جو حکومت کی اہلیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی ادنیٰ قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ منتخب کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے انتخاب کے بعد ساری قوم پر اس کی اطاعت واجب ہے۔ اصولی طور پر انتخاب اور اس کے متعلق اصولی ہدایت دے کر باقی تفاصیل سے خاموشی اختیار کی ہے۔ اور اس امر کو خود قوم پر چھوڑ دیا ہے۔ کہ وہ اپنے مخصوص حالات کے ماتحت تفاصیل طے کر لے۔ اور یہی اُس رسول کی شان کے لائق بھی تھا۔ جس نے تمام دنیا اور تمام زمانوں کی رہنمائی کرنی تھی۔ ایسے امور کو کسی خاص طریق میں محدود کر دینا قوموں کو ناقابل حل مشکلات میں ڈال دینا ہے۔ کیونکہ ہر قوم اور ہر زمانہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ کسی قوم کے مناسب حال کوئی طریق ہو سکتا ہے۔ کسی کے لئے کوئی۔ اِسی طرح زمانہ کے لحاظ سے بھی طرق میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ پس رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اصول بنا کر تفاصیل سے خاموشی اختیار کر لینا آپؐ کی عین دانائی کی دلیل ہے۔ نہ کہ قابل اعتراض۔ چنانچہ اسی اصل کے ماتحت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کسی کو اپنا قائم مقام مقرر نہ فرمایا۔ بلکہ قوم پر اس امر کو چھوڑ دیا۔ کہ آپ کے بعد اپنا خلیفہ خود انتخاب کرے۔ اور قوم نے بھی جس شخص کا انتخاب کیا۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا۔ جس کی عرب کے پُرانے رواج کے مطابق منتخب ہونے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ کو جب اپنے بیٹے کے خلیفہ ہونے کی خبر ملی۔ تو انہوں نے باور ہی نہ کیا۔ اور یقین دلانے پر انہیں کہنا پڑا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی الحقیقت خدا کے رسولؐ ہیں۔ کہ ان کی قوم کے لوگوں کی موجودگی میں لوگوں نے اور خود انہوں نے میرے بیٹے کو خلیفہ بنا لیا۔

یہ روح اس قوم میں بجز رسول کے نہیں پیدا ہو سکتی تھی۔ قوموں نے عرصہ دراز تک ٹھوکریں کھانے کے بعد آج اس زرین اصل کی خوبی کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے لگے ہیں۔ مسلمان جب تک اِس اصل پر عمل پیرا رہے۔ اس وقت تک اقبال ان کے ہمرکاب رہا۔ اور جس وقت انہوں نے اس اصل کو چھوڑا۔ اسی وقت سے انہوں نے اپنے زوال کی بنیاد رکھ دی۔ جس نے اپنے وقت پر آ کر اپنا اثر دکھایا۔

تیسرا بنیادی اصل

تیسرا بنیادی اصل جسے بادشاہ کا پہلا فرض بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ قائم کیا۔ کہ حاکم انتخاب ہونے کے بعد آزاد اور مطلق العنان نہیں ہو جاتا۔ بلکہ شاورھم فی الامر کے ماتحت اس پر فرض ہے۔ کہ تمام قومی معاملات میں قوم سے مشورہ کرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی تمام زندگی بھر اس اصل پر عمل پیرا رہے۔ اور کبھی کوئی قومی کام پیش نہیں آیا۔ کہ آپ نے اس میں قوم سے مشورہ طلب نہ کیا ہو۔ نہ صرف یہ کہ مشورہ طلب فرماتے۔ بلکہ ان مشوروں کی قدر کرتے۔ اور ان پر عمل کرتے۔ بلکہ بعض اوقات مشورہ کا احترام کرتے ہوئے اپنی رائے کو چھوڑ دیتے۔ چنانچہ جنگ احد سے قبل جو مشورہ ہوا۔ اس میں آپؐ کی مرضی ہرگز شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی نہ تھی۔ لیکن چونکہ بعض صحابہؓ کی یہ رائے تھی۔ اِس لئے آپ نے اپنی رائے کو ترک کر دیا۔ اور باہر نکل کر ہی مقابلہ کرنے کو ترجیح دی۔ بعض موقعوں پر آپؐ نے اپنی کوئی رائے ظاہر نہ کی۔ صرف صحابہؓ کی رائے پر ہی فیصلہ کیا۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں ہوا۔ بعض بعض معاملات میں حضورؐ نے نمایندگی کے طریق کی بھی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ بعض وفود کے آنے پر انہیں کہا۔ کہ اپنے میں سے جو گفتگو کے اہل ہیں۔ انہیں بھیجو۔ مشورہ کو حاکم کے لئے لازمی قرار دے کر اور اپنے عمل سے اس کو تقویت دے کر حضورؐ نے اس کی بھی تفصیلی بحث میں پڑنے سے اِسی وجہ سے اجتناب فرمایا۔ جس وجہ سے دوسرے اصل کی تفصیل میں جانے سے کیا۔ کیونکہ قوموں اور زمانوں کے حالات میں اس قدر اختلاف ہوتا ہے۔ کہ ایک طریق جو ایک قوم یا ایک زمانہ کے لئے مفید ہے۔ دوسری قوم یا زمانہ کے لئے ممکن ہے۔ مضر ہو۔ چنانچہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ جو طریق آج کونسلوں۔ اسمبلیوں یا پارلیمنٹوں میں جاری ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے رہے۔ بہت ممکن ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں جو پارٹی سسٹم جسے پنجابی میں دھڑا بندی کہتے ہیں۔ پیدا ہوتا ہے۔ جس میں کہ تمام ممبر اپنی ضمیر کو ایک شخص کے ہاتھ پر فروخت کر دیتے ہیں۔ اور اپنی عقل کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔ اس کے نقصانات اِس قدر بڑھ جائیں۔ کہ اسے بدلنا پڑے۔ قوموں کی تاریخ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مختلف زمانوں میں مختلف قوموں پر مختلف دَور آئے ہیں۔ اور انہیں اپنے انتظامات حکومت میں مختلف تبدیلیاں کرنی پڑی ہیں۔ نپولین کے زمانہ میں انگلستان کو اگر پارلیمنٹ کی ضرورت تھی۔ تو فرانس کو اپنے نظام حکومت چلانے کے لئے Dictator پھر Emperor کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دُور کیوں جاؤ۔ اِسی زمانہ میں اٹلی کی حالت کو ہی ملاحظہ کر لو۔ پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انتخاب اور مشورہ کو لازمی قرار دیکر انہیں کسی خاص شکل میں محدود نہیں کر دیا۔ بلکہ انکی شکل کے فیصلہ کو خود قوموں کے لئے کھُلا رکھا۔

احمدی ووٹروں کیلئے اعلان

الفضل مورخہ ۱۳ر اگست سنہ میں اسمبلی و کونسل کے بعض امیدواروں کی امداد کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ انکے علاوہ مندرجہ ذیل دو اور اصحاب کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے احمدی ووٹران کو انکے متعلقہ حلقوں میں ووٹ دینے کا ارشاد فرمایا ہے:

شیخ عبدالغنی صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا۔ حلقہ ملتان۔

چوہدری محمد عبدالرحمٰن صاحب لاہول ضلع جالندھر: (ناظر امور خارجہ قادیان)

مغل شہنشاہوں کی ہندو رانیاں

یورپین مؤرخین کی نوازشات جو اسلامی بادشاہوں کے حال پر مبذول ہوتی رہی ہیں۔ وہ بے حد و بے حساب ہیں۔ ان بادشاہوں کے ہنر بھی ان کی نظر میں عیب نظر آئے جو مسلمان رفاہِ عام کے کاموں میں دلچسپی لیتے تھے۔ جیسا کہ فیروز شاہ خلجی یا جو اہلکار انجینیری وغیرہ فنون شریفہ میں اعلیٰ کمال رکھتے تھے مثلاً علی مردان خان۔ ان کی نسبت بھی انہوں نے سُوءِ ظن سے کام لیا۔ مثلاً لکھا کہ علی مردان خان کی نہریں عوام الناس کے فائدے کے لئے تعمیر نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ ان کی وجہ یہ تھی۔ کہ علی مردان خان نے جو دولت خیانت سے جمع کی تھی۔ اس کو فضول خرچ کرکے اپنی شان اس نے دکھائی۔ ایسا ہی فیروز شاہ بادشاہ خلجی کی نسبت لکھا ہے۔ کہ اس کی جاری کردہ نہریں کبھی جاری بھی ہوئیں۔ تو صرف شاہی محلوں اور شکارگاہوں میں آب رسانی کے لئے ہوئیں۔ (تاریخ ایبٹ کا دیباچہ)

اس قسم کے اعتراضات کے علاوہ ایک اور اعتراض انہوں نے ان راجپوت شہزادیوں پر کیا ہے۔ جو بذریعہ مناکحت مغل شہنشاہوں کے محلوں میں داخل ہوئیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ کوئی مسلمان اپنے نکاح میں کسی مشرک عورت کو رکھ نہیں سکتا۔ مگر مغل بادشاہوں نے اکبر کے زمانے سے لیکر فرخ سیر کے زمانہ تک راجپوت راجاؤں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ ان میں اورنگ زیب جیسا متقی اور بقول غیر مسلم اصحاب متعصب بادشاہ بھی شامل ہے۔ جس کی شادی اودے پور کی راج کماری سروپی سے ہوئی تھی۔ اور وہی شہزادہ اکبر کی ماں تھی۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ رانیاں بادشاہوں کے گھروں میں آکر اکثر حالات میں مسلمان ہوگئیں۔ اور اگر ان میں سے ایک آدھ مسلمان نہ بھی ہوئی ہو۔ تو وہ موحد بنکر رہی۔ اور اس صورت میں وہ اہل کتاب کے زمرے میں شامل ہو جاتی تھی۔ اور یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔ کہ مسلمان کی شادی اہل کتاب عورت کے ساتھ جائز ہے۔

تعصب یا جہالت کا بُرا ہو۔ یورپین مورخین ان شادیوں کو بھی برداشت نہیں کر سکے۔ اور ایک نئی قسم کا اعتراض جڑ دیا۔ چنانچہ ویلر (Wheeler) اپنی تاریخ ہند کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھتا ہے۔ جتنی راجپوت شہزادیاں اکبر کے ہاں تھیں۔ سب مرتے دم تک اپنے آبائی مذہب پر قائم رہیں۔ ان کی پوجا کے لئے محلوں میں بُت رکھے رہتے تھے۔ اور وہ بازادی بتوں کی پرستش کرتی تھیں۔ ایسا ہی اس مؤرخ نے شہنشاہ اورنگ زیب کی بیگم نواب بائی کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ہندو راجپوت کی لڑکی تھی۔ حالانکہ یہ از سرتاپا غلط ہے۔ وہ خاندان راجوری کی ایک صاحبزادی تھی۔ یہ خاندان مسلمان راجپوتوں کا خاندان تھا۔ جہانگیر کی ہندو رانیوں کے متعلق بھی ان لوگوں کے اور ان کی نقل میں بعض ناواقف مسلمانوں کے بھی ایسے ہی خیالات ہیں۔ جن سے صاف جہالت کی بُو آتی ہے۔

اکبر کی رانیاں

شہنشاہ اکبر کی دو ہندو رانیاں تھیں۔ جن میں جودا بائی نہایت مشہور ہے۔ اس بیگم کے متعلق تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ بڑی سنجیدہ۔ فہمیدہ۔ دانشمند اور عالمہ تھی۔ اور اچھا شاعر بھی کہتی تھی۔ شہزادہ سلیم جو بعد ازاں جہانگیر کے لقب سے شہنشاہ ہند ہوا۔ اسی کے بطن سے تھا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی کے متعلق سلیم کی پیدائش کا معجزہ بچشم خود دیکھکر مسلمان ہوگئی۔ اور مسلمان ہی مری۔

اکبر کی دوسری رانی شنتلی تھی۔ اس کو راجہ نے اپنی درخواست سے اکبر کی نذر کیا تھا۔ صاحب تذکرہ عالم تحریر کرتے ہیں۔ کہ رانی فلسفیانہ مزاج کی تھی۔ اور کسی خاص مذہب کی پابند نہ تھی۔ سفید دھانی یا جوگیا کپڑے پہنتی تھی۔ اگر اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس رانی کا موحد اور صوفی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس اگر وہ مسلمان نہ ہوئی ہو۔ تو اہل کتاب ضرور تھی۔ اکبر کی تیسری رانی سروپی راجہ بہارا مل کی لڑکی تھی۔ اکبر نے بڑی چاہت سے اس سے شادی کی تھی۔ اس کا اسلامی نام عارف النساء رکھا گیا تھا۔ یہ نام ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہوگئی تھی۔

جہانگیر کی رانیاں

جہانگیر کی پہلی بیوی دید کماری تھی۔ اسلامی نام آرام جان رکھا گیا تھا۔ یہ نام صاف بتلا رہا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہوگئی تھی۔ یہ رانی راجہ بھگوان داس ولد راجہ بہارا مل کچھوا ہہ کی لڑکی تھی۔ عالمہ فاضلہ تھی۔ شاستری اور فارسی سے خوب واقف تھی۔ ایک کتاب "حقوق مہاراجگان" اس نے لکھی۔ جو اپنی نظیر آپ ہے داراشکوہ نے اس کو سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کرایا۔ اس کے باب پنجم میں تصوف کا ذکر ہے۔ یہ رانی خسرو کی ماں تھی۔ توزک جہانگیری اس رانی کے اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ میں رطب اللسان ہے۔ بادشاہ کے ساتھ اس کو اس قدر محبت تھی۔ کہ جہانگیر لکھتا ہے۔ میرے ایک بال کے بدلے میں وہ اپنے تمام بھائیوں اور بیٹوں کو قربان کرنے کے لئے تیار تھی۔ کیا ایسی عورت کے متعلق کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمان نہ ہوئی ہوگی۔

جہانگیر کی دوسری بیوی روپی تھی۔ یہ شہزادہ خرم (جو بعد ازاں شاہجہان کے لقب سے ملقب ہو کر شہنشاہ ہند ہوا) کی ماں تھی۔ اس کا اسلامی نام حیاۃ النساء رکھا گیا تھا جو اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت ہے۔

اورنگ زیب کی رانی

یہ اتفاق کی بات ہے۔ کہ شاہ جہاں کی شادی کسی راجپوت شہزادی سے نہیں ہوئی۔ اس لئے اس کو چھوڑ کر ہم شہنشاہ اورنگ زیب کی طرف آتے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کی شادی رانی سروپی کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ اودے پور والی مشہور تھی۔ اور شہزادہ اکبر کی جو خوف کے مارے ایران بھاگ گیا تھا۔ ماں تھی۔ لکھا ہے اورنگ زیب کو اس سے بیحد محبت تھی۔ ایک مسلمان مؤرخ جلال الدین نے خدا جانے۔ کیونکر یہ لکھدیا۔ "کہ سروپی مسلمان تو نہ تھی۔ لیکن مسلمانوں سے اُسے کچھ ایسی نفرت نہ تھی"۔

اس ریمارک کو اگر ہم بفرضِ محال صحیح تسلیم کر لیں۔ تو بھی اس کے معنے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ رانی سروپی بُت پرست اور مشرک تو قطعاً نہ تھی۔ لیکن فتاوٰی عالمگیری کے مصنف اور عالمگیر زاہد کی کیا یہ ہتک نہیں۔ کہ اس کے متعلق یہ گمان کیا جائے۔ کہ اس نے ایک مشرکہ عورت سے شادی کر لی۔ جو خلاف قرآن و احکام اسلام ہے۔ پس ضرور رانی نے تبدیل مذہب کیا تھا۔ اور وہ ظاہراً مسلمان تھی۔ دل کا حال سوائے خدائے عالم الغیب کے کون جان سکتا ہے۔

اس رانی کی وفات پر بقول صاحب تذکرہ عالم شہنشاہ اورنگ زیب نے یہ کلمات اپنی زبان سے فرمائے "افسوس اے میری پیاری سروپی۔ افسوس۔ رحمت ہو۔ تیری رُوح پاک پر۔ تو بڑی ہوشیار تھی۔ محبت کے آگے وہ غلطی کچھ چیز نہ تھی"۔

مجھے اب تک کسی تاریخ میں سروپی کا اسلامی نام نہیں ملا لیکن شہنشاہ اورنگ زیب کے کلمات پکار پکار کر سروپی کا مسلمان ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے میں محمد معظم جہاندار شاہ اور فرخ سیر کی بیویوں کا تفصیلی حال لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ جہاندار شاہ کی ایک رانی انوپ بائی نہایت لایق۔ فائق اور منتظم تھی۔ اس کا اسلامی نام فقر النساء تھا۔ فرخ سیر کی راجپوت رانی شنتی کماری تھی۔ جس کا اسلامی نام گیتی آرا بیگم رکھا گیا تھا۔ اور بادشاہ کو اس سے کمال محبت تھی۔ جو مرتے دم تک باقی رہی۔

محمد شاہ آخری بادشاہ ہے۔ جس نے کسی راجپوت لڑکی سے شادی کی۔ محمد شاہ کے بعد یہ فخر کسی مغل بادشاہ کو حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ سلطنت مغلیہ نہایت کمزور اور بے رعب ہوگئی تھی۔ محمد شاہ کی راجپوت بیوی کا اصل نام اُودھم بائی تھا۔ وہ چوہان قوم سے تھی۔ اس کا اسلامی نام قدسیہ بیگم رکھا گیا تھا۔ وہ فارسی جانتی تھی۔ اور دل سے مسلمان تھی۔ اپنے بیٹے احمد شاہ کی اچھی تربیت کے متعلق اس کے دل میں بہت درد تھا۔

(خاکسار نعمت اللہ خان گوہر۔ بی۔ اے)

حصّہ وصیّت کی ادائیگی

صدر انجمن کو موصی کی وفات کے بعد حصولِ جائداد کے لئے جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اُن سے بچانے کے لئے یہی مناسب ہے۔ کہ تمام موصی اصحاب اپنی اپنی وصیت کا حصّہ اپنی زندگی میں ادا کر دیں۔

علاوہ ازیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ وصیتوں کا روپیہ ادا کر دیا جائے۔ جو احباب یکمشت ادا نہیں کر سکتے۔ وہ باقساط بھی ادا کر سکتے ہیں۔ جن موصیوں نے اپنی اپنی وصیت کا کل روپیہ یا اس کا کوئی جزو (حصّہ جائداد) ماہ اگست ۱۹۳۰ء میں داخل فرمایا ہے۔ اُن کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ احباب ذیل کی قربانی کو قبول فرمائے۔ اور دوسرے موصی احباب کو بھی توفیق دے۔ کہ وہ اپنی وصیت کا حصّہ اپنی زندگی میں ادا کر سکیں تا حفاظت اور اشاعت اسلام کا جو کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جاری کیا ہے۔ وہ ترقی کرے۔ آمین۔

(۱) بابو سراج الدین صاحب پاچورہ ۔۔۔ صمار جزو

(۲) بابو اعجاز حسین صاحب دہلی۔ مارنقد للعمارہ عدہ ادائیگی ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء ۔ ۔ ۔ ۔ جزو

(۳) ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی اسسٹنٹ سرجن کوہاٹ للعہ ر "

(۴) حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ ملک حسن محمد صاحب قادیان عہ ر "

(۵) ہاجرہ بیگم صاحبہ زوجہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن جڑانوالہ ضلع شیخوپورہ } عہ ر "

(سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان دارالامان)

پیوندی بیر

حضرت صاحب کے باغ میں نصب کرنے کے لئے بہترین پیوندی بیر کے درختوں کی ضرورت ہے۔ جس علاقہ میں اعلےٰ قسم کے بیر ہوتے ہوں۔ احباب اس سے مطلع فرما دیں اور نیز اس پتہ سے بھی مطلع فرما دیں۔ جہاں پیوندی بیر کے پودے دستیاب ہو سکتے ہوں۔

خاکسار

(شیخ نور احمد۔ مختار عام حضرت صاحب قادیان دارالامان)

زراعتی کالج لائلپور میں سکھ طلباء کا تناسب

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

زراعتی کالج لائلپور میں سکھ طلباء کے داخلے کے متعلق اخبارات میں چند گمراہ کُن مضامین کی طرف حکومت کی توجہ دلائی گئی ہے۔

صوبہ کی دیگر سرکاری درسگاہوں کے ساتھ اس کالج کے متعلق بھی گذشتہ سال یہ طے کیا گیا تھا۔ کہ اس میں داخلہ کے لئے تین بڑی قوموں سے طلباء کس تناسب سے لئے جائیں۔ لائل پور زراعتی کالج میں کئی سالوں سے یہ دستور چلا آیا ہے۔ کہ فرسٹ ایر میں داخل ہونے والے طلباء کے علاوہ اس کالج کی تھرڈ ایر کلاس میں خالصہ کالج امرتسر سے ایف۔ ایس۔ سی۔ (زراعت) پاس شدہ طلباء کی ایک تعداد جو ہر سال مختلف ہوتی ہے۔ داخل کیجائے اس طریقہ کے اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سکھ طلباء اپنے فرقہ وارانہ تناسب سے زیادہ تعداد میں کالج میں داخل ہو گئے ہیں۔ لہذا گذشتہ سال فیصلہ کیا گیا۔ کہ خالصہ کالج امرتسر سے جس قدر ایف۔ ایس۔ سی (زراعت) پاس شدہ طلباء داخل ہوں۔ اسی قدر فرسٹ ایر میں داخل ہونے والے سکھ طلباء کی تعداد کم کر دی جائے۔ اس اصول پر کاربند ہونے سے اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا نظر آتا تھا۔ کہ خالصہ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی (زراعت) پاس شدہ امیدوار اتنی تعداد میں زراعتی کالج لائلپور میں آئیں گے۔ کہ دوسرے سکھ طلباء کے لئے داخلہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ کہیں زراعتی کالج لائلپور میں فرسٹ ایر میں نئے سکھ طلباء کا داخلہ بالکل ہی بند نہ ہو جائے۔ وزارت زراعت نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ فرسٹ ایر میں داخل ہونے والے اور خالصہ کالج امرتسر سے ایف۔ ایس۔ سی (زراعت) پاس شدہ طلباء کی تعداد جو تھرڈ ایر میں داخل ہونا چاہتے ہوں۔ تنصیف نصف کر دی جائے۔ اس قاعدہ کا اثر یہ ہوا۔ کہ خالصہ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی (زراعت) پاس شدہ طلباء کی نصف سے زیادہ تعداد زراعتی کالج لائل پور میں داخل ہونے سے محروم رہ گئی۔ بعض ایسے طلباء جو اس توقع سے خالصہ کالج میں داخل ہوئے تھے۔ کہ وہ بعد ازاں زراعتی کالج لائل پور میں داخل ہو سکیں گے۔ انکی توقعات کا خیال رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس سال خاص طور پر خالصہ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی (زراعت) پاس کرنے والے باقی ماندہ طلباء کو جو داخل نہیں ہو سکے۔ داخل کر لیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت مندرجہ ذیل امور کی طرف عوام کی توجہ دلانا چاہتی ہے۔ اول یہ کہ آیندہ سال زراعتی کالج لائل پور میں سکھ طلباء کی جو تعداد داخل کی جائے گی۔ وہ تمام داخل شدہ طلباء کی مجموعی تعداد کا بیس فیصدی ہوگی۔ دوم فرسٹ ایر اور تھرڈ ایر میں داخل ہونے والے طلباء کی تقسیم اس طرح پر ہوگی۔ کہ خالصہ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی۔ (زراعت) پاس شدہ جس قدر طلباء لائل پور داخل ہونا چاہیں۔ انکی تعداد زیادہ سے زیادہ اس مقررہ تعداد یعنی بیس فیصدی سکھ طلباء کے نصف تک ہوگی۔

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کیمل پور

حسب درخواست جماعت احمدیہ کیملپور مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل کوہ مری سے ۱۷ اگست تشریف لائے۔ جلسہ کے متعلق مطبوعہ اشتہارات خاص و عام میں تقسیم کئے جا چکے تھے۔ اسی روز بوقت ۸ بجے شب ریکری ایشن گراؤنڈ میں مولوی صاحب موصوف نے صداقت اسلام پر نہایت شرح اور بسط کے ساتھ تقریر فرمائی۔ اور تمام ادیان کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت اور افضلیت ثابت کی۔ حاضری میں ہر مذہب و ملت کے آدمی موجود تھے۔ جنہوں نے تقریر کو نہایت توجہ اور دلچسپی سے سُنا۔ اس روز صدر جلسہ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب لفٹنٹ آئی۔ ایم۔ ڈی تھے۔

دوسرے دن ۱۸ اگست بذریعہ منادی عام اعلان کیا گیا۔ کہ آج حالاتِ حاضرہ پر مولوی صاحب موصوف کا لکچر ہوگا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر زیر صدارت جناب چوہدری محمد اصغر صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی ایڈووکیٹ کیمل پور جلسہ کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد سید اختر حسین شاہ صاحب کا سٹیچیٹ نے اپنی نظم پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ ازاں بعد مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے سیاسیات اور حالاتِ حاضرہ پر نہایت مفصّل اور مدلّل طور پر بہت اعلےٰ اور دلچسپ پیرایہ میں تقریر فرمائی اور نہایت زبردست دلائل سے ثابت کیا۔ کہ موجودہ تحریکات میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا تعاون خطرہ سے خالی نہیں۔ اس کے علاوہ قومی تنظیم اور اقتصادی ترقی کے لئے ذرایع وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ حاضرین کی تعداد امید سے بڑھکر تھی سامعین پر اس تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا۔ صدر جلسہ نے مقرر کی قابلیت کی داد دیتے ہوئے حاضرین کو انکے قیمتی معلومات سے مستفیض

۴ بجے تک تلقین کی۔ تیسرے روز ۱۹ اگست مولانا صاحب موصوف نے وفات مسیح ...

وصیّت

نمبر ۳۲۵۹:- میں مسماۃ فاطمہ بی بی والدہ عنایت علی راجپوت عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۲۵ء ساکن موضع بنی پلور تحصیل و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کل جائداد بصورت نقدی و زیور مالیتی یک صد روپیہ ہے۔ میں اس جائداد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرونگی۔ اور بوقت وفات میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ المرقوم ۱۸ اپریل سنہ ۳۰ء

العبد:- فاطمہ بی بی

گواہ شد:- عنایت علی پسر موصیہ کلرک ڈاکخانہ گورداسپور

گواہ شد:- نظام الدین پنشنر سب پوسٹ ماسٹر

جدید انگلش ٹیچر نے میری خواہش کو پورا کر دیا

کوارٹر ماسٹر حوالدار سرن سنگھ صاحب چھاؤنی انبالہ فرماتے ہیں:۔ "جدید انگلش ٹیچر نے میری خواہش کو پورا کر دیا۔ انگریزی سیکھنے کی سب سے اعلیٰ کتاب ہے۔ باقی انگلش ٹیچر اس کے سامنے ہیچ ہیں"

اگر لایق استاد کی طرح انگریزی نہ سکھائے تو کل قیمت واپس منگوالیں

مسٹر محمد اکبر ہیڈ ماسٹر مڈل سکول مرزا ضلع اٹک فرماتے ہیں:۔ "جدید انگلش ٹیچر سے میں نے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب واقعی اسم بامسمیٰ ہے۔ اور ایک لایق استاد کا کام دیتی ہے"

قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

قمر برادرز (الف) شملہ

شربت فولاد

عورتوں کی بیماریاں متعلقہ رحم کمی وبیشی حیض ناطاقتی۔ اٹھرا اور ہسٹیریا کی بہترین دوا ہے

قیمت ۶۰ خوراک ۳ روپے۔ محصولڈاک ۸ آنہ

تیار کردہ **فیض عام میڈیکل ہال قادیان** (پنجاب)

نیک نام گھڑیاں

ایک گھڑی برسوں کافی — نکل جوئل لیور گارنٹی شدہ

انصافاً اور اخلاقاً ہماری ذمہ داری

گھڑی خلاف آرڈر پہنچے۔ فوراً واپس کریں۔ تبدیلی محض خرچ ہمارے ذمہ بے عزر گھڑی کی درستی ایک سال تک مفت بے احتیاطی باعث نقصان ہوگی اکثر مبلغین وکارکنان سلسلہ احمدیہ نے تجربہ کیا ہے آپ بھی ضرور تجربہ کریں۔

دستی ۱۵ لائن موٹی کلائی کے لئے نکل کیس للعہ رولڈ گولڈ للعہ
۱۲ درمیانی کلائی للعہ چاندی للعہ رولڈ گولڈ للعہ
۱۰ پتلی کلائی
جیبی ۱۶ دس جوئل للعہ ۱۵ جوئل للعہ ریڈیم کا ایک روپیہ زیادہ ٹائم پیس بیک الارم بہت اعلیٰ للعہ کم قیمت گھڑیاں بغیر گارنٹی عمدہ بھیجینگے

المشتہر۔ حافظ سجاد علی پروپرائٹر احمدیہ واچ ایجنسی شاہجہانپور یو۔پی

وصیت

نمبر ۳۲۶۹:۔ میں آمنہ بی بی زوجہ چودھری علی اکبر صاحب قوم وڑائچ ساکن گھرڈیال کلاں ضلع شیخوپورہ عمر ۲۸ سال بیعت پیدائشی احمدی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مبلغ للعہ روپیہ مہر ہے۔ اور زیورات قیمتی للعہ روپیہ کے ہیں۔ میں اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء

العبد:۔ آمنہ بی بی موصیہ

گواہ شد:۔ علی اکبر خاوند موصیہ

گواہ شد:۔ میاں خان سکرٹری انجمن احمدیہ پنڈی بہاؤالدین

ترقی کا راز

نوکریاں ختم، تنخواہیں کم، محنت زیادہ، کاروبار کی فرصت ہے تنخواہ دار ملازم کا فیصلہ

انگلستان جس چیز کے ذریعہ ترقی کر کے ۱/۴ حصہ دنیا پر قابض ہوا۔ وہ سپورٹس ہے اس لئے احباب سپورٹس مین بننے کی کوشش کریں۔ فہرست اشیاء اور سپورٹس کا سامان رعایتی قیمتوں پر احمدی فرم سے خرید فرماویں:۔

		قیمت
والی بال کیس زرد رنگ ۱۲ پینل اول درجہ		فی عدد ۵
،، ،، ،، ،، دوم ،،		۴
،، ،، رنگین سرخ وسبز ،، درجہ اول		۶
،، ،، نیٹ عمدہ اول درجہ فیتہ دوطرفی		۵
،، ،، ،، دوم ،، ایک طرفہ		۴
،، ،، ،، سوم ،، ،،		۳
بلیڈر نمبر ۴ برائے والی بال نمبر ۴ ڈسکی کیپر بیٹ رجسٹرڈ		۱۲
ہاکی سٹکس لیدر سیون اول درجہ رگدار بلیڈ عمدہ قسم		۲
،، ،، ،، دوم ،، دوم درجہ بلیڈ		۱
،، لیدر بونڈ اول ،، بلیڈ عمدہ قسم		۲
،، ،، ،، دوم ،، کیس		۱
،، بال سفید چمڑہ اول ،، ریکارڈ کراؤن		۲
،، ،، ،، دوم ،،		۱
،، ،، ،، سوم ،، پاپولر		۱۲
کمپو بال کاک کریسنٹ		۱۲

المشتہر:۔ **نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ**

لیہ ۔ لداخ ۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء۔ مکرم بندہ سلامت۔ السلام علیکم آپ سے ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں پولو ٹینس کا سامان اپنے اور بعض احباب کے استعمال کیواسطے منگوایا تھا۔ چند روز سے استعمال کرنا شروع کیا ہے۔ سب سامان بہت عمدہ اور حسب منشاء ہے۔ اور سب احباب نے پسند کیا ہے۔ خاکسار غلام محمد احمدی سپیشل چپڑاسی آفیسر

چوہوں کی کانفرنس میں بلی کا بائیکاٹ

چوہا نہایت موذی جانور ہے۔ جو گھر اور کھیتوں کو بیحد نقصان پہونچاتا ہے۔ جس کے دفعیہ کے لئے ہمارے ہاں کا سفوف جسکی خوراک دوماشہ ہے۔ جادو کا کام دیتا ہے۔ نہ بلی پالنے کی ضرورت اور نہ چوہے دان کی تلاش۔ اس کی صرف دو ماشہ خوراک سے تمام گھر اور کھیتوں کے چوہے پاگل ہوکر غائب ہوجاتے ہیں۔ اور پھر واپس نہیں آتے۔ تماشہ کا تماشہ۔ دوا کی دوا۔ قیمت چار پیکٹ للعہ محصول ذمہ خریدار۔ ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے:۔

منیجر مسلم ٹریڈنگ کمپنی چرتھاول ضلع مظفر نگر یوپی

برص سفید داغ ایک دن میں جڑھ سے آرام

اگر ہماری تقیری جڑی بوٹی کو صرف ایک دن میں تین بار لیپ کرنے سے سفید داغ بالکل نہ جاتے رہیں۔ تو حلفیہ بیان آنے پر پوری قیمت واپس۔ اگر اعتبار نہ ہو۔ تو ایک ٹکٹ بھیجکر شہادتوں کی نقل منگوا کر اطمینان فرمالیں۔ قیمت چھوٹا ڈبہ (سے) بڑا ڈبہ (صہ)

تازہ شہادت:۔ جناب مولانا تفضل حسین صاحب مدرسہ پورشہ پولانیہ تحریر فرماتے ہیں:۔ مکرم بندہ تسلیم بلاخط کارڈ ہذا سفوف برص (جڑی۔ بوٹی) ایک بکس بذریعہ وی۔پی روانہ فرمائیں۔ اس کے قبل کئی دفعہ دوا منگوا کر امتحان کیا۔ ماشاء اللہ معتدبہ فائدہ ہوا۔

دفتر معالج برص نمبر ۴ دربھنگہ (بہار)

ہندوستان اور دیگر ممالک کی خبریں

کلکتہ۔ ۱۳ اگست۔ حادثہ بم کے سلسلہ میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان بنگالی لڑکی کی گرفتاری عمل میں آئی۔ یہ لڑکی کلکتہ کے ایک پریزیڈنسی مجسٹریٹ کی بھتیجی ہے۔

لندن۔ ۳۰ اگست۔ "سنڈے ایکسپریس" لکھتا ہے۔ کہ مسٹر لائڈ جارج اور مسٹر میکڈانلڈ کے درمیان تعلقات بہت زیادہ کشیدہ ہو گئے ہیں۔ اس سے یہ خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ کہ لبرل قدامت پسندوں کے ساتھ شامل ہو کر پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں لیبر حکومت کو شکست دیدیں گے۔

قسطنطنیہ کی خبر ہے کہ امان اللہ خان اطالیہ سے واپس آ گئے ہیں۔ اب اس افواہ کی قطعی تردید ہو گئی ہے۔ کہ وہ افغانستان جا رہے ہیں:

بمبئی۔ یکم ستمبر۔ آج ۸ کارخانے اور بند کر دیئے گئے۔ گویا اب ۴۲ کارخانے بند پڑے ہیں۔ اور ۴۵ ہزار مزدور بیکار ہو گئے ہیں۔ تحریک کانگریس کی تباہ کاریاں روز افزوں ہیں۔

کلکتہ۔ یکم ستمبر۔ کل کالی گھاٹ میں ہندو ولوں نے اپنے دیوتا گنیش کا جلوس نکالا۔ جب یہ جلوس ایک مسجد کے قریب پہونچا۔ تو کچھ بدامنی پیدا ہو گئی۔ ایک گلی سے اس پر اینٹیں پھینکی گئیں۔ تین ہندوؤں کو چوٹیں آئیں۔ اور باقی ہندو خوف و ہراس میں سروں پر پاؤں رکھکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے دیوتا کا بت وہیں زمین پر چھوڑ گئے:

شملہ۔ ۲ ستمبر۔ منٹو ہرپی انسپکٹر پولیس کے مکان کی سیڑھیوں پر ایک دیسی ساخت کا بم پھٹا۔ لیکن کوئی نقصان نہیں ہوا:

بوڈاپسٹ۔ یکم ستمبر۔ حکام نے جلوسوں کی ممانعت کر دی تھی۔ اس لئے اشتراکی جمہوری رہنماؤں نے عام ہڑتال کا اعلان کیا۔ پولیس اور ہجوم میں تصادم ہو گیا۔ دس ہزار اشخاص کا ایک مجمع "روٹی اور کام" "اور حکومت برباد" کے نعرے لگاتا ہوا بڑے بڑے بازاروں میں گشت کرنے اور کھڑکیوں پر اور موٹروں اور ٹرام گاڑیوں پر پتھر برسانے لگا۔ پولیس نے تلواروں سے ان پر حملہ کیا۔ اور آگ بھی برسائی۔ بعض کانیں اور مکانات غارت کئے گئے۔ شہر میں مسلح کاریں پہرہ دے رہی ہیں:

لاہور۔ ۲ ستمبر۔ گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے آج ٹربیونل میں مقدمہ سازش لاہور کے متعلق دلائل پیش کرتے ہوئے دوران میں استغاثہ کی شہادت کا خلاصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ یہ سازش انہیں سازشوں کے سلسلہ کا ترکہ ہے۔ جو وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں۔ اور جن کی ابتداء ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۸ء میں سنگھ پنجاب سے ہوئی تھی۔ آپ نے اس سازش کا اسیران کاکوری کے مقدمہ کے ساتھ تعلق ثابت کیا۔ اور بتایا۔ کہ اس جمعیت نے فوجی صورت اختیار کر کے اسلحہ اور بارود مسلح بغاوت کرنے کے لئے جمع کیا۔ ڈکیتیوں کے ذریعہ روپیہ فراہم کیا گیا۔ سرکاری افسر قتل کئے گئے۔ بعض اس کے ارکان نے بم بنانے شروع کئے:

کلکتہ۔ ۳ ستمبر۔ بنگال پولیس نے اطلاع ملنے پر فرانسیسی حکام کی اجازت سے۔ چندر نگر کے نواح میں ایک مکان پر جو گھنے جنگل میں واقع تھا۔ اور جس میں فسادات چٹاگانگ کے بعض مفرور سرغنے پناہ گزین تھے۔ حملہ کیا۔ باوجود ہر قسم کی احتیاط کے۔ ان لوگوں کو بھی خبر ہو گئی۔ اور انہوں نے باہر آ کر پولیس پر باقاعدہ حملہ کیا۔ طرفین سے فائر کئے گئے۔ ان لوگوں کے پاس بھی زبردست اسلحہ تھے۔ سخت جد و جہد کے بعد تین مرد اور دو عورتیں گرفتار کی گئیں۔ بم اور کارتوس بنانے کا کچھ سامان بھی برآمد ہوا:

کلکتہ۔ ۲ ستمبر۔ سٹیٹسمین کو معلوم ہوا ہے۔ کہ سر پی۔ سی۔ متر۔ مسٹر جے۔ این۔ باسو۔ ایم سی۔ این۔ مسٹر اے۔ کے۔ فضل الحق۔ مسٹر اے۔ ایچ۔ غزنوی۔ اور لفٹننٹ کرنل جوگندر۔ مندوبین بنگال کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں شریک ہونگے۔ اگر یہ اطلاع درست ہے۔ تو مسلمانوں کی نمائندگی قابل افسوس ہے۔

ڈھاکہ۔ ۲ ستمبر۔ مسٹر ہڈسن کپتان پولیس ڈھاکہ کی حالت آج صبح کل کی نسبت کم تسلی بخش تھی۔ خیال ہے کہ ان کا زخم زہر آلودہ ہو گیا ہے:

رنگون۔ یکم ستمبر۔ بنگال اکاڈمی کا دربان بنک سے تین ہزار روپیہ لا رہا تھا۔ کہ اسی سکول کے چار بنگالی طلباء نے آتشین اسلحہ سے مسلح ہو کر اور ایک کار میں بیٹھکر اس پر حملہ کیا۔ اور روپیہ چھین کر بھاگ گئے۔ لیکن کار کے الٹ جانے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے۔ طلباء کے اندر ایسی مجرمانہ روح کا پیدا ہونا ملک کے لئے ہولناک مصیبت ہے۔

شملہ کی یکم ستمبر کی خبر ہے۔ کہ حال میں سرحد پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ جو لوگ گرم کے علاقہ میں پہونچ گئے تھے۔ وہ واپس ہو گئے ہیں۔ لیکن خراچی کے رقبہ میں دو ملا نیباد پر خونہ آگ آتش باری کر رہے ہیں جس سے ایک سپاہی مر گیا ہے۔ خوستی لشکر نے ابھی تک کوئی حرکت نہیں کی۔ بعض مقامات پر ہوائی جہازوں پر گولیاں چلائی گئیں۔ مناسب انتباہ کے بعد ہوائی جہازوں نے خانی خیل کے علاقہ میں بم باری کی:

لکھنؤ۔ یکم ستمبر۔ لکھنؤ یونیورسٹی اور کرسچین کالج پر پکٹنگ کا آج تیسرا ہفتہ ہے۔ اور ابھی تک کوئی طالب علم اندر نہیں جا سکتا۔ نوجوانوں کو تعلیم سے روکنا اور انہیں جاہل رکھنے کی کوشش کرنا کانگریس کا نہایت ہی شرمناک فعل ہے۔

اخبار "ابھیودے" الہ آباد رقمطراز ہے۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو نے جیل سے رہا ہونے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ آپ اپنی قید کی میعاد ختم کئے بغیر کسی بھی صورت میں رہا ہونے کو تیار نہیں:

انگلستان کے ایک مؤقر جریدہ "مانچسٹر گارڈین" نے ہندوستانی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کو مراعات دینا خطرہ سے خالی نہیں۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ بندوق اور سنگین سے کیا جائے:

ڈھاکہ۔ یکم ستمبر۔ افسران پولیس پر حملوں کے سلسلہ میں پولیس نے ڈھاکہ میڈیکل سکول کے طلباء کے کمروں کی تلاشی لی۔ متعدد طلباء لٹھ بازی سے زخمی ہوئے۔ ۲۴ طلباء کو ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے:

نیویارک۔ ۳۱ اگست۔ ریاست پیرو میں باغیوں نے پریزیڈنٹ کے محل کو نذر آتش کر دیا۔ اور اس کے شاہانہ فرنیچر اور اثاثۃ البیت کو سر بازار جلا دیا۔ صدر مذکور پر ۲۵ لاکھ پونڈ لنڈن کے بنکوں میں جمع کرنے کا الزام تھا۔

لاہور۔ یکم ستمبر۔ مسٹر عبد الغنی مغربی پنجاب کے حلقہ سے بلا مقابلہ کونسل کے رکن منتخب ہو گئے ہیں:

لاہور۔ ۲ ستمبر۔ پنجاب کونسل کی ممبری کے لئے لاہور شہر کی طرف سے مسٹر مکند لال پوری۔ دیوان بہادر پنڈ یداس۔ رائے بہادر بخشی سوہن لال کے مقابلہ کے لئے کانگریس کی طرف سے بھی خاکروب کو کھڑا کیا گیا تھا آج تمام امیدواران نے اپنے نام واپس لے لئے۔ اور بخشی بلا مقابلہ منتخب ہو گیا۔ ملک فیروز خان نون اور چودھری شہاب الدین بھی اپنے اپنے حلقوں سے بلا مقابلہ منتخب ہو گئے ہیں:

لندن۔ ۲ ستمبر۔ گول میز کانفرنس کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ گورنمنٹ ارادہ کر چکی ہے۔ کہ کانگریس کی عدم شرکت کی صورت میں بھی کانفرنس ضرور منعقد ہوگی:

حکومت پنجاب نے ۸۴ قیدیوں کو غیر مشروط معافی مانگنے اور آئندہ کے لئے حکومت کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہ لینے کے اقرار پر ان کی باقی ماندہ سزائے قید و جرمانہ معاف کر دی۔ اسی طرح حکومت مدراس نے بھی ۹۵ قیدیوں کو رہا کیا ہے:

(رحیم الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)